ابوالکیف کیفی کی ادبی خدمات

*جمشیر علی / ڈاکٹر رشید امجد**

Abstract:

Abu ul Kaif Kaifee, Urdu poet of Khyber Paktoon Khwa of early 20th century gave out valuable services in promulgating Urdu. His works contain variety of Urdu poetry. He was also Editor of two magazines; those played a momentous role to promote Urdu language and literature in Khyber Paktoon Khwa.

His prose was also outstanding. But no one have found valuable information about him and his work as he deserves in Urdu history. In this article, effort is made to high light Abu ul Kaif Kaifee's legendary services. So that one can evaluate that how he rendered literary services far away from Urdu speaking area in his era.

ابوالکیف کیفی صوبہ سرحد میں اُردو زبان وادب کی ترویج اور اشاعت کا ایک اہم نام ہیں انھوں نے عملاً اُردو کے نفاذ اور ترویج کے لیے بے پناہ خدمات انجام دیں وہ شعروسخن سے بھی وابستہ تھے اور سماجی اور تہذیبی معاملات میں بھی ان کی خدمات سے انکار ممکن نہیں ۔ بیسویں صدی کے ابتدائی زمانے میں وہ بامِ ادب پر نمودار ہوئے اور اُردو کی خدمت کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ پشتون معاشرے میں وہ اُردو ادبیات کے اوّلین محسنین میں نہایت ہی قدرآور شخصیت کے مالک ہیں وہ ۱۹۰۸ء میں پشاور میں پیدا ہوئے ان کا اصل نام عبدالسلام تھا لیکن اپنے تخلص کیفی اور اپنے قلمی نام ابوالکیف کیفی سے پہچانے گئے ۔ میٹرک کا امتحان گورنمنٹ نمبر۳ پشاور سے پاس کیا جہاں ان کے زمانہ طالب علمی میں علامہ عنایت اللہ المشرقی پرنسپل تھے۔ انھیں علامہ مشرقی کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ابوالکیف کیفی علامہ مشرقی کے حسن کردار سے اتنے متاثر ہوئے کہ خاکسار تحریک میں شامل ہو گئے ۔ ابوالکیف کیفی

* پی ایچ ۔ ڈی ۔ سکالر شعبہ اُردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

** صدرِ شعبہ اُردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

کے حسنِ خیال اور حسنِ عمل پر علامہ مشرقیؔ کی چھاپ ہمیشہ قائم رہی۔ جب انھوں نے شاعری کا آغاز کیا تو انھوں نے ملی اور قومی موضوعات کو اپنی تخلیقات کا موضوع بنایا۔ کیفی نے نعتیں بھی لکھیں۔ قومی اور ملی نظمیں بھی۔ وہ تحقیق وتنقید سے بھی وابستہ رہے۔ سوانح عمری اور سفرنامے کی اصناف بھی ان کے حسن خیال کی بوقلمونی سے محروم نہیں رہیں۔

ابوالکیف کیفی نے شاعری کی جن اصناف کو اپنے تخلیقی افکار کا ذریعہ بنایا۔ ان میں نظم، غزل، نعت اور قطعہ نگاری بطور خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ مختلف اصناف سخن میں قومی اور ملی درد ان کی شاعری کا بنیادی موضوع رہا۔ وہ نظم کہیں یا غزل کے پیرائے میں مدح سراہوں یا قطعہ نگاری میں اپنے خیال انگیز تفکر کا اظہار کریں ان کی شاعری کا بنیادی اور اساسی نقطہ مسلم امہّ کے عروج وزوال کے محور کے گرد گھومتا۔ اہلِ سرحد نے اُن کی اسی دردمندی اور خیر خواہی کے تناظر میں انھیں شاعر ملت کے لقب سے ملقّب کیا ہے۔

وہ سفیر سخن اور عمل کے مدیر بھی تھے۔ 'سفیر سخن' نے ادبیات سرحد کی تشکیل وتہذیب میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ یہ رسالہ اپنے ادبی آہنگ کے اعتبار سے سے معاصر جرائد میں نہایت اہمیت کا حامل رہا ہے۔ ابوالکیف کیفی نے اپنے معاصر اور بزرگ ادیبوں کی نگارشات کو بھی سفیر سخن کے اوراق کی زینت بنایا ہے اور نو واردان بساط ادب کی جوہر شناسی سے محروم نہیں رہے۔ سفیر سخن کے تناظر میں ادبیات سرحد کے ماضی اور حال کے ادبی منظر نامے کا ایک حسین باب سامنے آتا ہے۔ اسی طرح انھوں نے اپنے اخبار 'عمل' کے ذریعے مثبت صحافت کو رواج دیا۔ صحافتی میدان میں وہ اعلیٰ اقدار کے ترجمان رہے۔ مسلم امہ کی دردمندی کا جو جذبہ وہ لے کر اٹھے تھے 'عمل' کی ادارت کے دوران میں وہی ان کا مطمح نظر رہا فکر وخیال کی تازگی اور تازہ کاری کے متنوع رنگ 'عمل' کا حسن ہیں۔

صحافتی دنیا میں وہ جن مثبت قدروں کے داعی رہے وہ ان کے کردار اور عملی زندگی کا حصہ رہی ہیں۔ انھوں نے صحافت کی بھی متنوع جہات میں اپنی صلاحیتوں کا رنگارنگ انحصار کیا ہے ذیل میں ان کی علمی وادبی خدمات کا جائزہ مرتب کیا جائے گا تا کہ زندگی اور ادب کے مختلف متنوع شعبوں میں ان کی خدمات کا مجموعی جائزہ مرتب ہو سکے۔

کیفی کا دل قوم کی محبت اور ہمدردی سے لبریز تھا۔ وہ حقیقی معنوں میں قوم کو کامیابی اور ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہوا دیکھنے کے خواہاں تھے۔ وہ حالات اور واقعات کا باریک بینی سے تجزیہ کر چکے تھے اور اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ محض ہوائی قلعے بنانے سے کامیابی کی منزل تک رسائی ناممکن ہے، بلکہ عمل ہی وہ لازوال قوت ہے جو انسان کو حقیقی کامیابی کی منزلیں طے کرا سکتا ہے۔ لہٰذا انھوں نے اپنی قوم کو عمل کی ترغیب دی۔ اپنی آواز کو پُرزور اور پُرتاثیر بنانے کے لیے انھوں نے بزرگ رہنماؤں کی زندگیوں سے مثالیں بھی پیش کیں جو ان کی ذہنی پختگی کی آئینہ دار ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی نظموں میں سے قائداعظم، اقبال کے حضور اور علامہ عنایت اللہ مشرقی جیسی نظمیں اہم ہیں۔ جن میں وہ

حقیقی معنوں میں شاعر ملت کے روپ میں جلوہ گر ہوتے ہیں اور قوم کو عمل اور محنت کے ذریعے کامیابی حاصل کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

ان کی نظم ''قائد اعظم''، جو ۱۲ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ان کے اپنے اخبار ''عمل'' میں شائع ہوئی کہ چند اشعار درج ذیل ہیں:

قائد اعظم ترا زندہ اسی سے نام ہے　　منہ سے کہنا اور پھر کر کے دکھانا کام ہے
پھر زمیں سے تا فلک کیفی خدا کا نام ہے　　گونج اٹھی ہیں فضائیں پھر ترے پیغام سے (۱)

ابوالکیف کیفی علامہ اقبال سے بے حد متاثر تھے۔ یہاں تک کہ انہیں دنیا کے تمام مسائل کا حل کلام اقبال میں نظر آرہا تھا۔ اسی جذبے کے زیر اثر انھوں نے ملی شاعری کو اہمیت دی۔ اقبال سے ان کی تاثر پذیری اور پھر ان ہی کی تحریک کو آگے چلانے کے واضح اشارے ان کی نظم 'اقبال کے حضور' میں ملتے ہیں:

ترے ترانوں سے آج اقبال گونجتی ہے فضا وطن کی　　ترے حیات آفریں تخیل سے پڑ گئی ہے بنا وطن کی
مرے لیے تو دوائے دل بن گئی ہے خاک شفا وطن کی　　مرے مرض کیلئے ہے کافی میرے وطن کا حکیم امت (۲)

ابوالکیف کیفی کے تصورات اور نظریات پر اپنے استاد علامہ عنایت اللہ مشرقی کا گہرا اثر پڑا۔ جن سے آئندہ زندگی میں کیفی نے بے پناہ استفادہ کیا۔ کیفی نے اپنی شاعری کے ذریعے ملی اتحاد اور امداد باہمی کے تصور کو فروغ دینے کے لیے آواز بلند کی۔ ساتھ ہی اپنے استاد کو ان کے نظریات اور عظیم کردار کی بنیاد پر خراج تحسین بھی پیش کیا:

میرے اللہ کی عنایت بن کے آیا سوئے قوم　　وہ حقیقت میں تھا گویا آشنائے سوئے قوم
وہ مفکر وہ معلم وہ مجاہد وہ امام　　اس کی روح پُرفتوح پر بھیجئے دل سے سلام
وقت کے لب پر ہے کیفی آج بھی اس کی پکار　　روح علامہ ہے جنت میں ابھی تک بیقرار (۳)

ملی شاعر کا اصل مقصد ہمیشہ قوم کا اتحاد و اتفاق ہوتا ہے۔ وہ قوم کو ایک ہی نظریے کے تحت ایک ہی نقطہ پر مرکوز و مجتمع کرنا چاہتا ہے تاکہ ایک بہتر معاشرتی نظام کے قیام کے لیے راہ ہموار ہو سکے۔ ایسی شاعری کا تقاضا یہی ہے کہ وطن کی محبت کے گیتوں سے پہلی سیڑھی کا کام لیا جائے جس سے قوم کے جذبات برانگیختہ کیے جاسکیں۔ بلند تخیل اور فنی پختگی ایسی شاعری کو نہایت پُرتاثیر بنا دیتے ہیں۔ اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو کیفی کی وطن پرور اور وطن پرست شاعری بلند مرتبے کی حامل نظر آتی ہے۔ انھوں نے سادہ اور رواں زبان میں بڑی باتیں کہہ کر قادر الکلام شاعر ہونے کا ثبوت دیا۔ ان کی ایک نظم 'کلمہ توحید ہے بنیاد پاکستان کی' کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ضابطہ بدلا نہیں جاتا کسی کی چال سے　　وقت کا قانون کہتا ہے زبان حال سے
کلمہ توحید ہے بنیاد پاکستان کی　　کیوں نہ ہو مقبول ہر ایجاد پاکستان کی

ہر عمل اپنا خدا کے حکم کی تعمیل ہو　　　ہر زمان کیفی نہ اس میں کوئی قال و قیل ہو (۴)

کیفی کی شاعری اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ انھوں نے قومی زندگی کے ہر پہلو کو مدنظر رکھا اور جہاں سمجھا اصلاح بھی کی اور رہنمائی بھی۔ وہ بھی قوم کی اقتصادی آسودہ حالی اور معاشی استحکام کو ترقی اور خوشحالی کی بنیاد سمجھتے تھے۔ اپنی ایک مشہور نظم 'واردات' میں یوں اظہار خیال کرتے ہیں۔

اقتصادی زندگی جس قوم کی اچھی نہیں　　　ان کی آزادی غلامی سے بھی بدتر ہے ضرور
کام جس نے بھی لیا ہمت سے اپنی صبح و شام　　　جھک گئے ہفت آسمان بھی دراصل اس کے حضور (۵)

عدم استحکام کا واحد حل انھیں جہد مسلسل اور محنت میں نظر آتا ہے۔ انھوں نے اپنی ملی شاعری میں کئی بار قوم کی محنت کی طرف مسائل اور راغب کرنے کی کوشش کی اور بڑے دانشمندانہ انداز میں محنت کی خوبیاں بھی بیان کیں اور فائدے بھی۔ ان کی نظم 'محنت' کے درج ذیل اشعار اس امر کی دلالت کرتے ہیں:

محنت سے روح ہوتی ہے رقصاں قلوب میں　　　محنت سے لب پہ صبح سے تا شام ذکر یار
محنت کے ذوق و شوق کا ہم پر اثر مدام　　　ہم صبح و شام دیتے ہیں محنت سے ہمکنار
محنت کے حرف حرف میں روحانیت کی روح　　　سارے جہاں پہ آج بھی محنت ہے کیف بار (۶)

ایک اور موقع پر بھی محنت ہی کو قوم کے تمام مسائل کا حل اور کامیابی کی کنجی قرار دیتے ہیں:

محنت خدا کے ملنے کی اک سیدھی راہ ہے　　　محنت خدا کے بندوں کی اونچی نگاہ ہے
محنت خدا کے لطف و کرم کا ظہور ہے　　　ہر محنتی کے چہرے پہ اللہ کا نور ہے (۷)

اس گھپ اندھیرے میں قوم نہ صرف گمراہ ہو چکی تھی بلکہ کھرے اور کھوٹے میں فرق کرنا بھی ان کے لیے ممکن نہ تھا۔ زندگی کا حقیقی تصور مٹ چکا تھا۔ ذاتی فوائد کی خاطر اجتماعی مفادات قربانی کرنے کی روایت پختہ تر ہوتی جارہی تھی۔ تعمیری سوچ رکھنے والے دولت اکٹھی کرنے کے غیر قانونی اور ناجائز طریقے ایجاد کررہے تھے۔ کیفی نے اپنی شاعری میں اس معاشرتی زندگی کی بہترین عکاسی کی ہے اور برائی کی اصل جڑ کی نشاندہی کر کے دراصل اس کے سدباب کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ ان کی ایک نظم 'دعوت فکر معاشرہ' اسی سوچ کی عکاس ہے۔

چند اشعار ملاحظہ ہوں:

کمائی میں برکت نہ کھانے میں لذت　　　دعاؤں میں تاثیر ہے بے حقیقت
زباں سے جو کہتے ہیں کرتے نہیں ہیں　　　رہا اپنے دل میں نہ کچھ پاس عزت
ہوا آدمی اس لیے ننگ آدم　　　کہ ہر شے سے ارفع ہے اس کی سیاست

ملاوٹ ہر اک اصل میں مل چکی ہے　　　　کہ ہر تول میں ناپ میں ہے مہارت
ہر اک وقت کیفی پہ ہے کیف طاری　　　　کہ پُر کیف بخشش ہے اس کی سعادت (۸)

۱۹۶۵ء میں بھارت نے بھی کھوکھلے معاشرتی نظام، عدم اتفاق اور حکمرانوں کی بے حسی کو دیکھ کر حملہ کیا تو کیفی نے وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے سوئی ہوئی قوم کے جذبات مشتعل کر کے اس کے حوصلے بڑھانے کی کوشش کی اور ایک نظم ''وقت کی پکار'' تخلیق کی جسے اس دور میں بے حد پذیرائی حاصل ہوئی۔ اس وقت کے صدر مملکت نے بھی اسے بے حد سراہا تھا۔ اس نظم کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

اٹھ کہ اب تیرے وطن پر کفر کی یلغار ہے　　　　تیرے ایمان کا مسلمان امتحان درکار ہے
تیرے ہمت ہر زمانے میں مسلم ہی رہی　　　　عزم تیرا در حقیقت آہنی دیوار ہے
کوشش پیہم سے ہے ہر ملک و ملت کا وجود　　　　بے عمل کچھ بھی ہو کیفی زندگی بیکار ہے (۹)

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسانی زندگی اور دنیاوی معاشرت میں قدرتی طور پر کچھ تبدیلیاں پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ دنیا کی ہر قوم کو زندہ رہنے، آگے بڑھنے اور حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے آپ کو ان تبدیلیوں کے مطابق ڈھالنا پڑتا ہے۔ بیسویں صدی میں وقت کی رفتار انتہائی تیز ہوگئی۔ ترقی کی دوڑ میں ایٹم بم اور میزائل جیسے خطرناک ہتھیار بھی ایجاد ہوئے۔ یوں انسان نے اپنی تباہی کے اسباب اپنے ہاتھوں تخلیق کیے۔ صوبہ سرحد کے ایک شاعر مضمر تاتاری نے اس صورت حال کو یوں بیان کیا ہے:

ابھی لاوے اُٹھیں گے کچھ دھماکے اور بھی ہوں گے　　　　خلاؤں میں بہت دھندلے سے خاکے اور بھی ہوں گے
ابھی اولاد آدم نے بہت کچھ سیکھنا ہوگا　　　　ابھی برباد کچھ بندے خدا کے اور بھی ہوں گے (۱۰)

اس سلسلے میں ابوالکیف کیفی نے زیادہ وسعت نظری، دانشمندی اور دوراندیشی دکھائی۔ انھوں نے ان تبدیلیوں اور چیلنجوں کا ہر پہلو سے جائزہ لیا اور انقلاب کے رحم و کرم پر پڑے عالمی منظرنامے میں اپنے افکار پیش کیے۔ اپنی ایک مشہور نظم 'ایٹمی قوت اور عالمی امن' میں یوں رقمطراز ہیں:

امن عالم سے جواں دنیائے دوں ہو جائے پھر　　　　زندگی انسان کی یوں پر سکوں ہو جائے پھر
فیصلہ دو، کون سا لیں کام اے اہل جہاں　　　　ایٹمی طاقت سے کار سود یا کار زیاں (۱۱)

ابوالکیف کیفی حقیقی معنوں میں شاعر ملت تھے۔ ملک و قوم کے حالات ہمیشہ ان کے پیش نظر رہے۔ وطن کی تباہی اور بربادی ان سے دیکھی نہ جاتی۔ ملی شاعری میں ایسی جرأت اور بے باکی سے ان سیاسی طالع آزماؤں کو اس تمام صورت حال کا ذمہ دار قرار دیا اور ان رہنماؤں کا اصل کردار بے نقاب کر دیا۔ ان کی ایک نظم کے درج ذیل

طنزیہ اشعار یہی حقیقتیں آشکار کر رہے ہیں۔

ملی تھی جہد مسلسل سے جن کو آزادی — ہوئی ہے ان ہی سے اپنے وطن کی بربادی
اگرچہ قوم کی حاصل تھی ان کو سرداری — وہ سعد بن کے بھی کرتے تھے چور بازاری
فریب تھا کہیں، دھوکہ تھا اور کہیں چوری — سمگلروں کو بھی حاصل ان ہی کی شہ زوری
یہ حال دیکھ رہے تھے وطن میں صاحب حال — کہ ہو رہا تھا وطن کا وقار یوں پامال
کسی کے دل میں نہ تھا درد ملت محزوں — ہر ایک سر پہ قیامت کا بھر گیا تھا جنوں
وطن کی فکر سے وہ بے نیاز رہتے تھے — جلو میں ان کے ہوائی جہاز رہتے تھے
وزارتوں کے وہ سودے صدارتوں کے وہ خواب — یہی تھے قوم کی ذلت کے ظاہری اسباب

کیفی کا دل چونکہ قوم کی محبت اور ایک بہترین معاشرے کی تشکیل کے جذبے سے سرشار تھا، اس لیے انجمن امداد باہمی کے نہ صرف سرگرم رکن بن گئے بلکہ اس انجمن کے فروغ اور پرچار کے لیے ایک کتاب ''زندگی ہوتی ہے پیدا باہمی امداد سے'' تخلیق کر ڈالی جس میں انھوں نے باہمی امداد کی کئی طرح سے ستائش کی۔ اس کے فوائد بتائے اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں ملنے والے نقصانات بھی بیان کیے:

کیا ملے گا ہمنشیں اب نالہ و فریاد سے — زندگی ہوتی ہے پیدا باہمی امداد سے
کام آجانا کسی کے وقت پر یہ کام ہے — مستند ہے یہ سند دنیا کی سب اسناد سے
کام کرنا ہے ہمیں اس عالم ایجاد میں — کام لینا ہے ہمیں ہر صاحب ایجاد سے
وحدت فکر و نظر سے سلامت ملک کی — قوم بنتی ہے جہاں میں سیرت افراد سے
کون سی مشکل ہے کیفی جس کا حل ممکن نہیں — ہم بنا سکتے ہیں زر ترکیب ہر اجساد سے (۱۲)

نظموں کے علاوہ کیفی نے کچھ غزلیں بھی لکھیں لیکن یہاں وہ جوہر سامنے نہ آسکے جو نظموں میں انھوں نے دکھائے تھے۔ شاید غزل کو ان کے مزاج سے مطابقت اور موافقت نہ تھی۔ ملی شاعری کے لیے انہیں غزل کی اشاراتی زبان راس نہ آئی تو انھوں نے براہ راست اور آسان زبان والی صنف یعنی نظم کا انتخاب کیا۔ اس کے باوجود غزل کی تکنیک اور فنی تقاضوں سے واقف تھے اور اس طرف بھرپور توجہ کرنے پر ایک بڑے غزل گو شاعر بن سکتے تھے۔ اس بات کا اندازہ ان کی ایک غزل کے درج ذیل اشعار سے ہوتا ہے:

حسن آدم فروغ عالم ہے — اس میں تاثیر اسم اعظم ہے
اب کہاں جام و خندۂ مینا — میکدے کا چراغ مدھم ہے

پھر گئی ہے نگاہ پیرمغاں زندگی کا نظام برھم ہے
خون دل پی رہا ہوں اے ہمدم حاصل روز گار کیا کم ہے (۱۳)

کیفی نے چند قطعات بھی لکھے جن میں انھوں نے قطعہ گوئی کے لوازمات کے پورا خیال رکھا۔ قطعے میں اگر چہ مصرعوں کی تعداد چار سے زیادہ بھی ہوسکتی ہے بشرطیکہ ان میں ایک ہی خیال مسلسل بیان کیا جائے۔ تاہم کیفی کے ہر قطعے میں چار ہی مصرعے ہیں۔ ان کے قطعات کے موضوعات مختلف ہیں۔ کبھی انھوں نے حمد اور نعت قطعے کی ہیئت میں لکھیں اس سے باہمی امداد کی تحریک کی پرچار کا کام لیا۔ بعض اوقات وہ ملی فکر کے زیر اثر قومی فوج کی تعریف بھی قطعے میں کرتے ہیں۔ تاہم ہر دفعہ انھوں نے اس صنف ادب کے فنی تقاضوں کا خیال رکھا۔ حوالے کے طور پر ان کے درج ذیل قطعات پیش کیے جاسکتے ہیں:

ہے مدد اللہ کی افواج پاکستان کے ساتھ ہر مجاہد کی زبان پر نعرہ تکبیر ہے
سیرت مرد مسلمان آفتاب است آفتاب مرد مومن کا عمل قرآن کی تفسیر ہے (۱۴)

محبت، آرزو، الفت، جوانی، ولولے، حسرت یہ سب کر دیں گے ہم ان پر نثار آہستہ آہستہ
گھٹا چھائی، نسیم آئی، کھلے غنچے، چمن مہکا چلے ہیں گھر سے جان صد بہار آہستہ آہستہ (۱۵)

۲۔ سوانح نگاری

ملک کے بڑے بڑے اور اعلیٰ عہدوں پر فائز لوگوں کے ساتھ کیفی کے دوستانہ تعلقات تھے۔ صوبے کے سابق وزیر اعلیٰ اور اسلامیہ کالج پشاور کے بانی نواب سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان بھی ان کے قریبی دوست تھے۔ ان ہی کی مالی معاونت سے کیفی نے ایک ادبی رسالے ''سفیر سخن'' کا اجراء کیا۔ یہ رسالہ ۱۹۳۴ء سے ۱۹۳۸ء تک شائع ہوتا رہا۔ کیفی نے اپنے دوست صاحبزادہ عبدالقیوم خان کی زندگی کے بارے میں سوانحی مضمون لکھا اور اسے اپنے رسالے ''سفیر سخن'' کے جنوری ۱۹۳۴ء کے شمارے میں شائع کیا۔

اس سوانحی مضمون میں کیفی نے آسان اور سادہ زبان استعمال کی ہے۔ بعض اوقات محاورات بھی استعمال کیے ہیں، جس سے زبان میں ایک طرح کی رعنائی اور دلکشی پیدا ہوئی ہے۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سوانح عمری کے لیے جس تفصیل اور وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس مضمون میں مفقود ہیں۔ کیفی نے اپنے ہیرو کے صرف بڑے بڑے واقعات کا مختصر ذکر کیا ہے جس سے عبدالقیوم کی زندگی پر پوری طرح روشنی نہیں پڑتی۔ اس کے علاوہ ایک اہم بات کہ صاحبزادہ عبدالقیوم خان ایک سیاسی شخصیت تھے۔ سیاسی میدان میں ان کے کئی مخالفین نے ان کی

کھل کر مخالفت کی تھی۔ کیفی نے ان مخالفتوں کو نظر انداز کیا ہے جس سے سوانح نگار کی غیر جانبداری مشکوک ہو جاتی ہے۔ کیفی نے اپنے سوانحی مضمون کو دوسروں کے حوالوں سے بھی مزین نہیں کیا بلکہ اپنے ہی بیان پر اکتفا کیا۔

بہر حال چونکہ صوبے میں سوانح نگاری کی روایت زیادہ قدیم نہیں تھی اس لیے اسے ابوالکیف کیفی کی اچھی کوشش قرار دیا جا سکتا ہے۔

۳۔ تحقیق وتنقید

ابوالکیف کیفی نے ایک تحقیقی مضمون بھی لکھا ہے 'شیرین فرہاد' اس مضمون میں انھوں نے ایران سے تعلق رکھنے والے شیرین اور فرہاد کی محبت پر تحقیق اور تنقید کی ہے۔ اس مضمون کو پڑھتے ہوئے کیفی کا مخالف بھی اس کی قابلیت، لیاقت، ذہانت اور تحقیق وتنقید کے فن سے آگاہی کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ یقیناً کیفی نے ایک ایسے دور میں (۱۹۳۸ء) جبکہ اُردو میں تحقیق اور تنقید کی روایت اس قدر مستحکم نہیں تھی ایک انتہائی معیاری اور مستند مضمون لکھ کر اپنا لوہا منوایا۔

بہتر تحقیق اور تنقید کے لیے محقق کا وسیع المطالعہ ہونا اور زیر تحقیق موضوع پر مکمل عبور رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ ابوالکیف کیفی اس خوبی سے مالا مال تھے۔ شیرین فرہاد پر قلم اٹھانے سے پہلے انھوں نے اس موضوع کا درج ذیل پیراگرام اس امر کی دلالت کرتا ہے۔

> ''تاریخ میں جہاں کہیں بھی شیرین خسرو یا شیرین فرہاد کا ذکر آیا ہے تو مؤرخین نے اس واقعے کو غیر اہم سمجھتے ہوئے اس کو طول دینے سے پہلوتہی کی ہے لیکن شعرالعجم از علامہ شبلی، جواہر نظام گنجوی، جواہر خمسہ، امیر خسرو، افسانہ عاشق دیگر از منشی عبدالغنی لکھنوی، نسخہ نادر از ملک الشعراء منشی گوبند پرشاد صاحب کے مطالعہ سے تو انسان حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ کس طرح ہمارے شعرائے کرام نے ایک مختصر سے واقعے کو زیور معنی سے آراستہ کر کے عروس سخن کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کرتے ہوئے اہل دنیا کو محو حیرت بنایا۔''(۱۶)

اُردو تحقیق وتنقید کے اس ابتدائی دَور میں بھی کیفی کو اس بات کا پورا احساس تھا کہ اگر تحقیق وتنقیدی جائزے کو دوسروں کے حوالے سے مزین کیا جائے تو بیان کے لیے سند فراہم ہو جاتی ہے۔ اسی لیے انھوں نے اس قصے کے ایک راوی کے متعلق شبلی کا یہ تبصرہ اپنے مضمون میں شامل کیا ہے۔

> ''جب لوگوں کو یہ پتہ چلا کہ نظام گنجوی مثنوی شیرین فرہاد تصنیف کر رہے ہیں تو اکثر لوگ ان کے مخالف ہو گئے اور ہر جگہ یہی تذکرہ تھا کہ بھلا نظام گنجوی کو اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ جو وہ کافروں کے سچے چھوٹے قصے نظم کرنے میں اتنی دماغ سوزی کر رہے ہیں۔ لیکن فن سخن یا فن شاعری

میں ان کا یہ کارنامہ اس زمانے میں بڑی وقعت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔''(۱۷)

قصہ شیرین فرہاد کے بعض پہلوؤں پر اعتراض بھی کیا جاسکتا ہے۔ کیفی نے ان پہلوؤں کو چھپانے کی کوشش نہیں کی بلکہ از خود ان کا ذکر کرنے کے بعد ان کے مناسب جواب بھی دیے۔ یہاں انھوں نے بیک وقت ایک نقاد کے دو فریضے انجام دیے۔ پہلا یہ کہ قصے کے کمزور اور قابل اعتراض حصوں کا ذکر کر کے اپنی غیر جانبداری ثابت کی۔ دوسرا یہ کہ ان اعتراضات کے مناسب جوابات دے کر موضوع کے شارح اور مفسر ہونے کا شرف حاصل کیا۔ حیرت کا مقام ہے کہ آج سے کوئی ۷۲ سال پہلے بھی کیفی کے ذہن میں تحقیق و تنقید کے یہ باریک نکات اور فنی لوازمات موجود تھے۔ بحیثیت ایک محقق اور نقاد کے ان کے یہ خوبیاں زیر بحث مضمون کے اس پیراگراف میں دیکھی جاسکتی ہیں:

''چنانچہ جب فرہاد کی مشکلات اور خستہ حالی کا پتہ شیرین کو چلا تو نظامی نے لکھا کہ شیرین خود گھوڑے پر سوار ہو کر اس کی دلجوئی کے لیے پہاڑ پر پہنچی ہے اور جب واپسی پر شیرین کا گھوڑا ٹھوکر سے زخمی ہوا ہے تو فرہاد نے فرط محبت سے شیرین کو گھوڑے سمیت اٹھا کر اس کے محل تک اس کو پہنچایا ہے۔ ممکن ہے کہ بعض معترضین کو یہ اعتراض ہو کہ فرہاد نے شیرین کو گھوڑے سمیت کیونکر اٹھایا ہوگا۔ تو میرے خیال میں اس زمانے کے قوی ہیکل اور دیوزاد لوگوں سے ایسے فعل کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔''(۱۸)

مختصراً کیفی کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر وہ تحقیق و تنقید کو پورا وقت دے دیتے تو ایک بڑے محقق اور نقاد بن سکتے تھے۔ تاہم ان کی گوناگوں مصروفیات نے انہیں یہ موقع نہیں دیا۔ وہ شاعر بھی تھے، اور بیک وقت خاکسار تحریک اور انجمن امداد باہمی کے سرگرم رکن بھی۔ ایک ادبی رسالے یعنی ''سفیر سخن'' کے ایڈیٹر بھی تھے اور پشاور سے اپنا ایک اخبار 'عمل' بھی نکالتے تھے۔ اس کے علاوہ اپنے خاندانی پیشے تجارت اور کاروبار کے سرپرست اعلیٰ بھی تھے لہٰذا تحقیق اور تنقیدی ادب کے لیے زیادہ وقت نہ نکال سکے۔

۴۔ سفرنامہ:

سفرنامے کے بارے میں رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

''سفرنامہ ایک طرح کی روداد یا رپورتاژ ہے جسے آپ بیتی کی ایک شکل کہا جاسکتا ہے۔ سفرنامے کی عمدگی اور دلچسپی دو باتوں پر منحصر ہے۔ ایک واقعات سفر کی ندرت و جدت اور دوسرے انداز بیان میں تازگی۔ دلچسپی اور مقبولیت کے لحاظ سے ایک معیاری سفرنامہ ناول و افسانے سے کسی طرح کم نہیں۔ دور جدید میں اُردو اصناف نثر میں سفرنامہ ایک امتیازی اور منفرد حیثیت اختیار

کر چکا ہے۔“(۱۹)

ابوالکیف کیفی کو اگست ۱۹۳۴ء میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ افغانستان کی سیر کرنے کا موقع ملا۔ اس وقت کیفی کی عمر ۲۶ سال تھی۔ اتنی کم عمری کے باوجود کیفی نے جن تکنیکی خوبیوں کے ساتھ اپنے سفر اور سیر کی تفصیلات بیان کی ہیں وہ اس بات کی دلالت کرتی ہیں کہ کیفی کو ابتداء ہی سے لکھنے کا شوق تھا اور وہ سفر نامے کی ماہیت سے بھی واقف تھے۔ نیز سفر نامے کے لیے انتہائی موزوں اور مناسب زبان اور اسلوب پر فطری دسترس رکھتے تھے۔ کیفی نے اپنے سفر نامے کو اپنے ادبی رسالے ”سفیرِ سخن“ میں مختلف اقساط میں شائع کیا۔ ہر بار اس کا عنوان ’میرا سفرِ افغانستان‘ ہوتا تھا۔

سفر نامے میں انھوں نے افغانستان کی تہذیب وتمدن کا کوئی پہلو نہ چھوڑا اور تاریخی مقامات اور سرکاری عمارات، باغات، بازاروں کی رونق، اجناس خرید وفروخت، ہسپتال اور تربیت خانہ حیوانات کو دیکھ کر انھوں نے جو کچھ محسوس کیا، سپردِ قلم کیا۔ یوں افغانستان کی ثقافت کی جیتی جاگتی تصویر قاری کے سامنے رکھ دی۔

یہ بات بھی یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ کیفی پشاور سے افغانسان روانہ ہونے سے پہلے سفر نامہ لکھ کر آنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ وہ اپنے ساتھ کیمرہ بھی لے گئے تھے اور مختلف مقامات جیسے افغان پوسٹ آفس، مینار استقلال کابل، مینار نجات کابل، بازار اندرابی کابل، شاہی رسالہ کابل، دروازہ ارک شاہی، دارالامان، چہل ستون کابل، باغ بابر اور کئی دیگر مقامات کی اپنے کیمرے سے تصاویر لے کر سفر نامے کے ساتھ چھاپیں۔

پشاور سے نکلتے ہی کیفی نے اپنے سفر کی تفصیلات اور تاثرات سپردِ قلم کرنے شروع کیے اور افغانستان پہنچنے سے پہلے جمرود اور درہ خیبر کے بارے میں ضروری معلامات درج کیں۔ مثلاً جب وہ درہ خیبر سے گزرنے لگے تو وہ اس تاریخی درے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> ”درہ خیبر کے شمال کی طرف اقوام ملاگوری اور شنواری کی پہاڑیاں ہیں۔ جنوب کی قوم آفریدی کے پہاڑ اور درمیان میں ڈبل جرنیلی سڑک ہے۔ شمالی پہاڑوں میں سے خیبر ریلوے گزرتی ہے جس پر ۳۷ ٹنل ہیں۔ جن میں بعض دو دو تین تین فرلانگ لمبے ہیں۔ یہ لائن ہندوستان میں انجینئرنگ کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔ جس پر فی میل ایک کروڑ روپیہ خرچ آیا۔ تفصیل نہایت دلچسپ ہے مگر مضمون طویل ہو جائیگا۔ لہٰذا فی الحال اسے یہیں چھوڑتا ہوں۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر فوجی اور خاصہ داروں کی پکٹس ہیں اور دہانہ درہ میں جنوب کی جانب ایک کنواں ہے جو اہل قافلہ کے واسطے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ یہ کنواں صوبہ سرحد بطل الخیر آنریبل سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان وزیر اعلیٰ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی اس زمانے کی فیاضی کی یادگار ہے جبکہ وہ خیبر ایجنسی میں پولیٹیکل آفیسر

کے عہدے پر مامور تھے۔اس کے آگے ایک ٹیلہ پر بھگیاڑی پوسٹ ہے جس میں چوکیدار رہتے ہیں۔اس کے آگے خیبر ریلوے کا شاندار پل ہے۔جس میں ریل جنوب سے شمال کی طرف گزرتی ہے۔ٹرین پہاڑوں اور سرنگوں میں سے سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی یہاں پہنچتی ہے۔اور یہاں سے شاہ گئی ریلوے سٹیشن کی طرف بڑھ جاتی ہے۔شاہ گئی کا فوجی قلعہ نہایت خوبصورت ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔''(۴۰)

منظر نگاری، مرقع نگاری اور تصویر کشی سفرنامے کے ضروری اجزا ہیں۔سفرنامے کے ان حصوں میں کیفی کا جادو سر چڑھ بولتا ہے۔وہ کسی منظر کی یوں تصویر کشی کرتے ہیں کہ قاری کو محسوس ہوتا ہے جیسے اس نے یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو۔دلچسپ بات یہ ہے کہ قاری کے ذہن میں بننے والی یہ تصویر انتہائی واضح اور پائیدار ہوتی ہے۔مثال کے طور پر سلطان پور اور فتح آباد کے بعد کی سیر کی منظر کشی انھوں نے یوں کی ہے:

''چند میل آگے بڑھے تو ہوا یہاں خوشگوار معلوم ہوئی۔طبیعت باغ باغ ہونے لگی۔ چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ، معلوم ہوا کہ یہ وادی نملہ ہے۔یہاں کثرت سے باغات ہیں۔ایک بڑا گاؤں ہے۔یہاں کے انار بہت مشہور ہیں۔ہماری برق رفتار موٹر نے کچھ فاصلے پر آگے چل کر ایک خوبصورت عظیم الشان باغ میں توقف کیا یہ باغ قدیمی ہے۔اس کے چاروں طرف ایک پختہ فصیل ہے۔دو بڑے دروازے ہیں اس میں چھوٹے چھوٹے خوبصورت پلاٹ بنے ہوئے ہیں۔چار بڑے تالات ہیں جن میں فوارے لگے ہوئے ہیں۔باغ کے وسط میں ایک بڑی سڑک ہے جس کے دونوں طرف سرو کے خوشنما درختوں کی قطاریں ہیں۔ایک شاہی عمارت ہے جس میں بہترین رہائش کا سامان موجود ہے۔ایک چھوٹا سا ہوٹل ہے۔مسافر ہر وقت یہاں ٹھہر سکتے ہیں۔اور عمدہ سے عمدہ کھانا تیار مل سکتا ہے۔یہ باغ ہر وقت قدرتی پھولوں سے سجا رہتا ہے۔صفائی کا انتظام نہایت اعلیٰ ہے۔نیز اس باغ میں ایک قسم کے پھول ہیں جن کی بھینی بھینی خوشبو اور مہک سے دماغ تر اور طبیعت خوش ہوتی ہے۔تالاب بالکل لاہور کے شالامار کی طرح ہیں۔نیز پلاٹ کے گرداگرد پانی کی چھوٹی چھوٹی ندیاں بہتی ہیں جن میں چشموں کا شفاف پانی آتا ہے۔''

اسی طرح چار باغ کا حال بیان کرتے ہوئے بھی وہاں کے اصل نقشہ آنکھوں کے سامنے لاتا ہے:

''جلال آباد سے آگے تمام ملک سرسبز و شادات ہے بڑے بڑے دیہات اور سرسبز باغات ہیں۔اناج کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔چند میل کے فاصلے پر چار باغ نظر آیا جو خوب آباد ہے۔یہاں گاؤں سے باہر حضرت صاحب چار باغ جن کو نقیب صاحب بھی کہتے ہیں۔مقیم ہیں یہ نقیب صاحب شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے ہیں اور سجادہ نشین ہیں۔تمام افغانستان میں ان کے کثرت سے مرید ہیں۔افغان گورنمنٹ آپ کی بڑی عزت کرتی ہے۔اس سے آگے برھے

تو سڑک سے جنوب کو نشیب میں چار چشمہ ہے۔ جہاں کا پانی بہت سرد اور خوش ذائقہ ہے۔ گاؤں اچھا خاصا آباد ہے۔ چشموں کی طرف ایک راستہ جاتا ہے جس پر دونوں طرف درختوں کی قطاریں لگی ہوئی ہیں۔"(۲۱)

مہمان نوازی افغان قوم کی ایک بہت ہی قدیم روایت ہے۔ کیفی اور اس کے دوستوں نے افغانوں کی مہمان نوازی اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ کیفی نے اپنے سفر نامے میں اس کا کھل کر اظہار کیا ہے کہ اکثر سفر کے مقامات پر ان کے ساتھ مہمانوں جیسا برتاؤ کیا گیا اور ان کی خاصی تواضع کی گئی۔ انھیں سرکاری تقریبات میں بھی بطور مہمان شامل کیا گیا۔ کیفی نے ان سرکاری تقریبات کا آنکھوں دیکھا حال بیان کر کے افغان ثقافت کے کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

۱۷/اگست ۱۹۳۴ء کو یوں اقمطراز ہیں:

"آج جمعہ کا مبارک دن ہے۔ آج جشن استقلال افغانستان بعہد سلطنت اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ غازی بادشاہ افغانستان چمن حضوری میں میانا جاتا ہے۔ اس لیے صبح سویرے ہی افواج و عساکر افغانیہ ورود رنگا رنگ وردیوں میں ملبوس چمن حضوری میں جمع ہوئیں۔ تماشہ بین حضرات، باشندگان شہر کابل، مہمانان و نمائندگان دولت افغانستان و نو واردان و سیاحان ہندو غیرہ بھی کثرت سے جمع ہونے لگے۔ قریباً دس بارہ ہزار فوج و توپ خانہ و رسالہ، پیادہ و سوار سامان حرب و موٹر لاری ہائے انتقال، سامان پختگی سڑک وغیرہ بھی بغرض نمائش و سلامی فراہم ہوئے۔ ٹھیک آٹھ بجے صبح اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ کا جلوس مع وزراء و سفراء دول و نمائندگان ملک ارک شاہی سے نکلا۔"(۲۲)

ابوالکلیف کیفی نے اکثر مواقع پر کسی مقام کا ذکر تمام تر جزئیات کے ساتھ کیا ہے مگر اس کے باوجود اصل موضوع زیر بحث رہتا ہے۔ ان کی یہ خوبی ان کے اندر چھپے ہوئے ایک اچھے ناول نگار کا پتہ دیتی ہے۔ ان کی اس جزئیات نگاری کا اندازہ باغ بابر کے متعلق ان کے درج ذیل بیان سے کیا جا سکتا ہے:

"یوں تو ان آنکھوں نے سینکڑوں باغ اور بادشاہوں کے مقبرے دیکھے ہیں لیکن جس جذبہ دل نے مجھے کشاں کشاں یہاں تک پہنچایا وہ یہ تھا کہ اس مجاہد اسلام کی خواب گاہ کو دیکھنا چاہیے جس کے بیٹوں اور پوتوں کے مقبرے آج عجائبات خانہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ غرض چہل ستون سے فارغ ہو کر سیدھے باغ بابر پہنچے۔

یہ باغ موجودہ آبادی سے باہر ایک پہاڑ کے دامن میں واقع ہے جس کی پشت پر بلند پہاڑ ہے۔ باقی تین اطراف سے باغ کو ایک مضبوط دیوار احاطہ کی ہوئی ہے۔ ہم باغ کے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ باغ کی زمین بتدریج اونچی ہوتی چلی جارہی ہے۔ ہر قطعہ خوبصورت اور پھولوں سے سجا ہوا ہے۔ بیچ میں فوارے ہیں جن کا پانی تالاب میں جمع ہوتا ہے جو ان فواروں کو احاطہ

کیے ہوئے ہے۔ باغ کی عمارت شہنشاہ بابر رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے کی ہے۔"(۲۳)

کیفی کے سفرنامے کی زبان موزوں اور اسلوب جاندار ہے۔ وہ قصہ گوئی کے انداز میں بات شروع کرتے ہیں۔ یوں قاری کا جذبہ تجسس اُبھرتا ہے اور دلچسپی بڑھنے لگتی ہے۔ یہی چیز سفرنامے کی بڑی تکنیک ہے۔

"آج ماہ اگست کی ۱۷ تاریخ ہے۔ آج جشن استقلال افغانستان کا پہلا زور ہے۔ اس لیے چاروں طرف خوشیوں کے شادمانے بج رہے ہیں۔ ہم جلدی جلدی اٹھے۔ منہ ہاتھ دھو کر شہر کابل کا رخ کیا۔ راستہ میں اگرچہ چوکی پر پاسپورٹ لے لیے جاتے ہیں مگر ہمیں شاہی مہمان ہونے کی وجہ سے نہ روکا گیا۔ اور اہم چند منٹوں میں چمن حضوری پہنچے۔ جہاں سڑک کے دونوں طرف فوجی کیمپ لگا ہوا تھا۔ پہرہ دار نہایت مستعدی سے کھڑے تھے۔ سڑک پر کچھ کچھ فاصلے پر بڑے بڑے خوشنما دروازے بنے ہوئے تھے۔ جن پر افغانی علم لہرا رہا تھا۔ یہ چمن حضوری ایک سرسبز میدان ہے جو امیر حبیب اللہ شہید کی یادگار ہے۔ اس کے چاروں طرف سڑک بنی ہوئی ہے۔ اور شمالی گوشہ پر ایک عظیم الشان دومنزلہ عمارت ہے جس کو فوائد عامہ کا دفتر کہتے ہیں۔ یہاں پشاور کی سڑک ختم ہو جاتی ہے۔"(۲۴)

ابوالکیف کیفی نے نظم اور نثر میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا خوبصورت اظہار کیا وہ سماجی اور صحافتی حوالے سے بھی سرگرم عمل رہے۔ خاص طور پر اُردو زبان وادب کی تشکیل و ترویج میں ان کی خدمات سے انکار ممکن نہیں۔

❀❀❀

حوالہ جات

۱۔ ابوالکیف کیفی، قائد اعظم، پشاور: مشولہ عمل، ۱۲۔۹۔۷۴ ۱۹ء

۲۔ ابوالکیف کیفی، اقبال کے حضور، پشاور: مشمولہ عمل، ۲۸۔۴۔۱۹۸۹ء

۳۔ ابوالکیف کیفی، علامہ عنایت اللہ مشرقی، پشاور: مشمولہ عمل، ۲۲۔۵۔۱۹۸۹ء

۴۔ ابوالکیف کیفی، کلمہ توحید بنیاد پاکستان کی، پشاور: مشمولہ عمل، ۰۸۔۱۰۔۱۹۸۹ء

۵۔ ابوالکیف کیفی، واردات، پشاور: مشمولہ عمل، ۰۹۔۸۔۱۹۸۹ء

۶۔ ایضاً، ۲۶۔۲۔۱۹۸۹ء

۷۔ ایضاً، ۱۹۔۱۰۔۱۹۸۹ء

۸۔ ابوالکیف کیفی، دعوت فکر معاشرہ، پشاور: مشمولہ عمل، ۱۲۔۷۔۷۴ ۱۹ء

۹۔ ابوالکیف کیفی، وقت کی نکار، پشاور: مشمولہ عمل، ۱۴۔۲۔۱۹۸۹ء

۱۰۔ مضمر تا تاری، مشمولہ ادبیات سرحد از فارغ بخاری، پشاور: نیا مکتبہ، ۱۹۵۵ء، ص ۵۶۵

۱۱۔ ابوالکیف کیفی، ایٹمی قوت اور امن عالم، پشاور: مشمولہ عمل، ۲۶۔۶۔۱۹۵۹ء

۱۲۔ ابوالکیف کیفی، زندگی ہوتی ہے پیدا باہمی امداد سے، پشاور: آفاق پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۷۳ء، ص ۱۷، ۱۸

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۹۔۲۰۔۲۱

۱۴۔ ایضاً، ۱۹۷۳ء، ص ۲۲، ۲۳، ۲۴

۱۵۔ ابوالکیف کیفی، مشمولہ ادبیات سرحد از فارغ بخاری، پشاور: نیا مکتبہ، ۱۹۵۵ء، ص ۵۵۹

۱۶۔ ابوالکیف کیفی، زندگی ہوتی ہے پیدا باہمی امداد سے، پشاور: آفاق پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۷۳ء، ص ۱۲

۱۷۔ ایضاً، ۱۹۷۳ء، ص ۱۵

۱۸۔ ابوالکیف کیفی، درس حیات ایک زرین ورق، پشاور: مشمولہ سفیر سخن، جنوری ۱۹۳۴ء، ص ۹

۱۹۔ ایضاً، ۱۹۳۴ء، ص ۱۱

۲۰۔ ایضاً، ۱۹۳۴ء، ص ۱۲

۲۱۔ ابوالکیف کیفی، شریں فرہاد، مشولہ ندا، پشاور، سال نامہ ۱۹۳۸ء، ص ۱۰

۲۲۔ ایضاً، ۱۹۳۸ء،ص۱۰

۲۳۔ ایضاً، ۱۹۳۸ء،ص۱۱

۲۴۔ ایضاً، ۱۹۳۸ء،ص۱۴،۱۵

۲۵۔ ایضاً، ۱۹۳۸ء،ص۱۵

۲۶۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، اصناف ادب، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص۱۸۸

۲۷۔ ابوالکیف کیفی، میرا سفر افغانستان، مشمولہ سفیر سخن، پشاور: سال نامہ، ۱۹۳۵ء، ص۱۲۲

۲۸۔ ایضاً، ص۱۲۷

۲۹۔ ایضاً، ص۱۲۶، ۱۲۷

۳۰۔ ایضاً، ص۱۳۱، ۱۳۲

۳۱۔ ابوالکیف کیفی، میرا سفر افغانستان، پشاور: مشمولہ سخن، جون ۱۹۳۵ء، ص۹

۳۲۔ ابوالکیف کیفی، میرا سفر افغانستان، پشاور: مشمولہ سخن، سال نامہ ۱۹۳۸ء ص۱۲۹، ۱۳۰

❁❁❁